S.R 4

عقیدۂ اہل سنت و جماعت کا بیان اور اس کی پابندی کی اہمیت

زیر نگرانی

سماحۃ الشیخ العلامۃ

عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز

رحمہ اللہ

تالیف

سعید بن علی بن وہف القحطانی

اردو ترجمہ

ابو المکرم عبد الجلیل (رحمہ اللہ)

عقیدۂ اہل سنت وجماعت کا بیان
اور اس کی پابندی کی اہمیت

تالیف

ڈاکٹر سعید بن علی بن وہف القحطانی

زیر نگرانی

سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ

اردو ترجمہ

ابوالمکرّم عبدالجلیل

رحمہ اللہ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

القحطاني، سعيد بن علي بن وهف
بيان عقيدة أهل السنة والجماعة في ضوء الكتاب والسنة ../
سعيد بن علي بن وهف القحطاني؛ أبو المكرم بن عبدالجليل.-
الرياض، ١٤٢٥هـ
٩٦ ص ؛ ١٢×١٧ سم
ردمك: ٣ - ٠٧٠ - ٤٦ - ٩٩٦٠
(النص باللغة الأوردية)
١- العقيدة الإسلامية أ- عبد الجليل، أبو المكرم (مترجم)
ب. العنوان
ديوي ٢٤٠ ١٤٢٥/٣١٥٥

رقم الإيداع : ١٤٢٥/٣١٥٥
ردمك: ٣ - ٠٧٠ - ٤٦ - ٩٩٦٠

الطبعة الأولى
صفر ١٤٢٦هـ

بسم اللہ الرحمن الرحیم[1]

مقدمہ از مؤلف

إن الحمد لله، نحمدُه ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا وسيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه وسلم تسليمًا كثيرًا۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلاَ تَمُوتُنَّ إِلاَّ وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾

(۱) یہ کتاب دراصل ایک تقریر ہے جو ریاض کی جامع کبیر "جامع مسجد امام ترکی بن عبداللہ رحمہ اللہ" میں بتاریخ ۱۰/۵/۱۴۱۸ھ بروز جمعرات بعد نماز مغرب پیش کی گئی تھی، سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس تقریر کا عنوان منتخب کیا تھا، اس کی تیاری کا حکم دیا تھا، اس کی سرپرستی فرمائی تھی، از اول تا آخر اسے سنا تھا، اسے پاس کیا تھا اور اس پر تعلیقات لگائی تھیں۔

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلاً سَدِيدًا ○ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا﴾

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے ،اور دیکھو مرتے دم تک مسلمان ہی رہنا (آل عمران:۱۰۲)

اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلا دیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو، بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے (النساء:۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سیدھی سیدھی باتیں کیا کرو۔ تاکہ اللہ تمہارے کام سنوار دے اور تمہارے گناہ معاف فرمادے، اور جو بھی اللہ اور اس کے رسول کی تابعداری کرے گا اس نے بڑی مراد پالی (الاحزاب:۷۰، ۷۱)

امابعد:

"سب سے اچھی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر راستہ (ہمارے نبی) محمد ﷺ کا راستہ ہے، اور سب سے برے کام وہ ہیں جو دین کے نام پر ایجاد کر لئے گئے ہوں، اور دین میں ہر نیا کام بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے"(۱)

اس میں کوئی شک نہیں کہ اقوال و اعمال اسی وقت درست اور اللہ کے یہاں قابل قبول ہو سکتے ہیں جب ان کی بنیاد صحیح عقیدہ پر ہو، عقیدہ میں فساد اور بگاڑ ہوگا تو اس سے وجود میں آنے والے اعمال بھی باطل قرار

(۱) دیکھئے: "خطبۂ حاجت جس کی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو تعلیم دیتے تھے" از علامہ محمد ناصر الدین البانی، صفحہ ۳ تا ۳۵۔

پائیں گے، یہیں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ صحیح عقیدہ کا سیکھنا اہم ترین واجبات میں سے ہے، کیونکہ اسی پر اعمال کی قبولیت کا دارومدار ہے، صحیح عقیدہ کے اپنانے اور اس کے منافی امور سے محفوظ رہنے میں ہی دنیا اور آخرت کی سعادت بھی ہے۔ صحیح عقیدہ وہی ہے جو نجات یافتہ اور اللہ کی طرف سے مدد یافتہ گروہ اہل سنت و جماعت کا عقیدہ ہے، اور اس کی بنیادیں درج ذیل ہیں:

اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھنا، اس کے فرشتوں پر ایمان رکھنا، اس کی نازل کردہ کتابوں پر ایمان رکھنا، اس کے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان رکھنا، یوم آخرت پر ایمان رکھنا اور بھلی بری تقدیر (کے اللہ کی جانب سے ہونے) پر ایمان رکھنا۔

اسی طرح مذکورہ بنیادوں کے تابع اور ماتحت امور اور ان کے ذیلی امور نیز وہ تمام چیزیں جن کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے، عقیدۂ اہل سنت و جماعت کی بنیاد ہیں۔

اس کی اساس اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ

وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ وَالْمَلائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾البقرہ:۱۷۷۔

ساری اچھائی مشرق و مغرب کی طرف منہ کرنے میں ہی نہیں، بلکہ حقیقتاً اچھا شخص وہ ہے جو اللہ پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتاب پر اور نبیوں پر ایمان رکھنے والا ہو۔

اور اللہ عز و جل کا یہ فرمان بھی:

﴿آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾البقرہ:۲۸۵۔

رسول ایمان لائے اس چیز پر جو ان کی طرف اللہ کی جانب سے اتری اور مومن بھی ایمان لائے، یہ سب اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے، اس کے رسولوں میں سے کسی میں ہم تفریق نہیں کرتے، اور انہوں نے کہہ دیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی، ہم تیری بخشش طلب کرتے ہیں اے رب! اور ہمیں تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَى رَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنزَلَ مِنْ قَبْلُ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلالاً بَعِيدًا﴾ النساء:۱۳۶۔

اے ایمان والو! اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور ان کتابوں پر جو اس سے پہلے اس نے نازل فرمائی ہیں ایمان لاؤ، اور جو شخص اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور قیامت کے دن کا انکار کرے وہ بہت دور کی گمراہی میں جا پڑا۔

اور اللہ سبحانہ کا یہ فرمان بھی:

﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ الحج:۷۰۔

کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، اللہ پر یہ امر بالکل آسان ہے۔

اور اللہ عزوجل کا یہ فرمان بھی:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ القمر:۴۹۔

بیشک ہم نے ہر چیز کو ایک مقررہ انداز پر پیدا کیا ہے۔

اور امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے ایمان کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"أَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ"(۱)

ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر ایمان لاؤ اور بھلی بری تقدیر (کے اللہ کی جانب سے ہونے) پر بھی ایمان رکھو۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الایمان والاسلام والاحسان، ۱/۳۷، حدیث (۸)

عقیدۂ اہل سنت و جماعت کی یہی بنیادیں ہیں۔

لیکن عقیدہ کا مفہوم کیا ہے؟ اہل سنت و جماعت کون ہیں؟ ان کے نام اور اوصاف کیا ہیں؟ ان کے عقیدہ کے مفصل اصول کیا ہیں؟ اور ان اصول کے تحت بنیادی اور ذیلی اعتقادی امور کون کون سے ہیں؟ مختصر تفصیل کے ساتھ ان کا جواب درج ذیل ہے:

١- عقیدۂ اہل سنت وجماعت کا معنی

الف- عقیدہ کا لغوی معنی:

لفظ عقیدہ "عقد" سے ماخوذ ہے، جس کے معنی ہیں: قوت اور مضبوطی سے کسی چیز کے ساتھ منسلک ہو جانا، اور اسی سے کسی چیز کو مضبوط اور پختہ کرنے، مضبوطی سے پکڑنے اور مرتب کرنے کے معانی بھی لئے جاتے ہیں۔ لغت میں "عقد الحبل" کے معنی رسی کو گرہ لگانے اور مضبوط کرنے کے ہیں، اور کہا جاتا ہے "عقد العهد والبيع" یعنی اس نے عہد یا بیع کو مضبوط کیا، اور "عقد الازار" کا معنی ہے ازار کو مضبوط باندھا، جبکہ "عقد" کا لفظ "حل" کے برعکس معانی رکھتا ہے۔ (١)

ب- عقیدہ کا اصطلاحی معنی:

عقیدہ کا اطلاق اس پختہ ایمان اور قطعی فیصلہ پر ہوتا ہے جس میں شک

---

(١) دیکھئے: لسان العرب، از ابن منظور، باب الدال، فصل العین، ٣/ ٢٩٦، القاموس المحیط، از فیروز آبادی، باب الدال، فصل العین، صفحہ ٣٨٣، معجم المقاییس فی اللغۃ، از ابن فارس، کتاب العین، صفحہ ٦٧٩۔

وشبہ کی گنجائش نہیں ہوتی، اور یہ وہ چیز ہے جس پر انسان ایمان رکھتا ہے اور اپنے دل وضمیر کو اس پر جماتا ہے اور اسے دین و مذہب کے طور پر اختیار کرتا ہے۔ اب اگر یہ پختہ ایمان اور قطعی فیصلہ صحیح ہے تو عقیدہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے، اور اگر یہ باطل ہے تو عقیدہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ گمراہ فرقوں کے عقائد کا حال ہے۔ (۱)

ج-اہل سنت کا معنی:

سنت کے لغوی معنی راستہ اور سیرت کے ہیں، خواہ وہ اچھی ہو یا بری۔ (۲)
اور عقیدۂ اسلامیہ کے علماء کی اصطلاح میں سنت سے مراد علم واعتقاد اور قول وعمل میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کا طریقہ ہے۔ اور یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع ضروری ہے اور جس کا عامل قابل تعریف اور اس کا مخالف قابل مذمت ہے، اسی بنا پر کہا جاتا ہے کہ فلاں اہل سنت میں سے ہے، یعنی درست اور قابل تعریف صحیح راستہ پر چلنے والے لوگوں میں سے ہے۔ (۳)

---

(۱) دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، از ڈاکٹر ناصر العقل، صفحہ ۹،۱۰۔

(۲) لسان العرب، از ابن منظور، باب النون، فصل السین، ۱۳/۲۲۵۔

(۳) دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ اہل السنہ، صفحہ ۱۳۔

د- جماعت کا معنی:

لفظ "جماعت" لغت میں "جمع" کے مادّہ سے ماخوذ ہے جو جمع، اجماع اور اجتماع کا معنی دیتا ہے، اور یہ افتراق کی ضد ہے، ابن فارس رحمہ اللہ کہتے ہیں: جیم، میم اور عین کی اصل ایک ہے جو چیز کی وحدت پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: "جمعتُ الشيء جمعاً" میں نے اس چیز کو ایک کردیا۔[1] اور عقیدۂ اسلامیہ کے علماء کی اصطلاح میں جماعت سے مراد اس امت کے اسلاف یعنی صحابہ و تابعین اور تاقیامت ان کی سچی پیروی کرنے والے مومنین ہیں جو کتاب و سنت کے صریح اور واضح حق[2] پر جمع ہوئے۔[3]

(۱) معجم المقاییس فی اللغۃ، از ابن فارس، کتاب الجیم، باب ماجاء فی کلام العرب فی المضاعف والمطابق اولہ جیم، صفحہ ۲۲۴۔

(۲) جماعت کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو حق کے مطابق ہو، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جماعت وہ ہے جو حق پر ہو، خواہ تم اکیلے ہی ہو" اور نعیم بن حماد فرماتے ہیں: "ان کی مراد یہ ہے کہ جب جماعت میں بگاڑ آجائے تو تم اسی راستہ پر کاربند رہو جس پر بگاڑ آنے سے پہلے جماعت کاربند تھی، اگرچہ تم اکیلے ہو، کیونکہ ایسی حالت میں تم ہی جماعت ہو" اس قول کو امام ابن القیم نے اپنی کتاب اغاثۃ اللہفان (۱/۷۰) میں ذکر کیا ہے اور اسے بیہقی کی طرف منسوب کیا ہے۔

(۳) دیکھئے: شرح عقیدۂ طحاویہ، از ابن ابی العز، صفحہ ۶۸، شرح عقیدۂ واسطیہ، از علامہ محمد خلیل ہراس، صفحہ ۶۱۔

۵-اہل سنت کے نام اور اوصاف:

۱-اہل سنت وجماعت:

اہل سنت وجماعت وہ لوگ ہیں جو نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام کے طریقہ پر گامزن اور اپنے نبی ﷺ کی سنت کے پابند ہیں، اور یہ صحابۂ کرام، تابعین اور ان کی اتباع کرنے والے ائمہ ہدایت کی جماعت ہے، یہی وہ لوگ ہیں جو ہر جگہ اور ہر دور میں اتباع سنت کے پابند اور بدعت سے دور رہے، اور یہ تاقیامت عزت ونصرت کی حالت میں باقی رہیں گے۔[1] انہیں اس نام سے اس لئے موسوم کیا گیا کیونکہ وہ نبی ﷺ کی سنت سے نسبت رکھتے ہیں اور قول وعمل اور علم واعتقاد میں ظاہری اور پوشیدہ ہر اعتبار سے سنت پر عمل کرنے کے لئے باہم متفق ومتحد ہیں۔[2]

چنانچہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

(۱) دیکھئے: مباحث فی عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، از ڈاکٹر ناصر العقل، صفحہ ۱۳، ۱۴۔

(۲) دیکھئے: فتح رب البریۃ بتلخیص الحمویہ، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، صفحہ ۱۰، شرح عقیدۂ واسطیہ، از علامہ صالح بن فوزان الفوزان، صفحہ ۱۰۔

"افْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلَى إِحْدَى وَسَبْعِينَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ، وَافْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلَى ثِنْتَيْنِ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، إِحْدَى وَسَبْعُونَ فِرْقَةً فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ أُمَّتِي عَلَى ثَلَاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ" قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰه، مَنْ هُمْ؟ قَالَ: "الْجَمَاعَةُ"[1]

یہود اکہتر فرقوں میں بٹے جن میں سے ایک فرقہ جنتی ہے اور ستر فرقے جہنمی، اور نصاریٰ بہتر فرقوں میں بٹے جن میں ایک فرقہ جنتی ہے اور اکہتر فرقے جہنمی، اور قسم ہے اس ذات کی جس کے

---

(۱) سنن ابن ماجہ بالفاظ مذکور، کتاب الفتن، باب افتراق الامم، ۲/۳۲۱، حدیث (۳۹۹۲) سنن ابی داود، کتاب السنہ، باب شرح السنہ، ۴/۱۹۷، حدیث (۴۵۹۶) کتاب السنۃ، از ابن ابی عاصم، ۱/۳۲، حدیث (۶۳) البانی نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۳۶۴) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی جن میں صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا اور باقی بہتر فرقے جہنمی، عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: وہ جماعت ہوں گے۔

اور سنن ترمذی میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ جنتی فرقہ کون ہے؟ فرمایا: "مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"(۱) جس راستہ پر میں ہوں اور میرے صحابہ ہیں (اس پر چلنے والے جنتی ہوں گے)

۲- فرقۂ ناجیہ (نجات یافتہ گروہ):

یعنی جہنم سے نجات پانے والا گروہ، کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرقوں کا ذکر کیا تو اسے مستثنیٰ قرار دیا اور فرمایا: سارے فرقے جہنم میں جائیں گے سوائے ایک کے، وہ جہنمی نہیں ہوگا۔(۲)

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامہ، ۵/۲۶، حدیث (۲۶۴۱)

(۲) دیکھئے: من اصول اہل السنۃ والجماعۃ، از علامہ صالح بن فوزان الفوزان، صفحہ ۱۱۔

۳- طائفۂ منصورہ (نصرت یافتہ گروہ):

معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"لَاَ تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي قَائِمَةً بِأَمْرِ اللّٰهِ، لاَ يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ"(۱)

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ اللہ کے دین کے ساتھ قائم ودائم رہے گا، ان کا ساتھ چھوڑنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آپہنچے گا اور وہ اسی طرح لوگوں پر غالب رہیں گے۔

مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔(۲)

---

(۱) متفق علیہ: بخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، ۴/ ۲۲۵، حدیث (۳۶۴۱) مسلم بالفاظ مذکور، کتاب الامارہ، باب قولہ ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم، ۲/ ۱۵۲۴، حدیث (۱۹۳۷)

(۲) متفق علیہ: بخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، ۴/ ۲۲۵، حدیث (۳۶۴۰) مسلم، کتاب الامارہ، باب قولہ ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم، ۲/ ۱۵۲۳، حدیث (۱۹۲۱)

اور ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذَلِكَ"[1]

میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہوتے ہوئے غالب رہے گا، ان کا ساتھ چھوڑنے والے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آپہنچے گا اور وہ اسی طرح غالب رہیں گے۔

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی حدیث مروی ہے۔[2]

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب قولہ ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم، ۲/ ۱۵۲۳، حدیث (۱۹۲۰)

(۲) صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب قولہ ﷺ: لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لايضرهم من خالفهم، ۲/ ۱۵۲۳، حدیث (۱۹۲۳)

۴- کتاب و سنت کو مضبوطی سے تھامنے والے اور سابقین اولین مہاجرین و انصار کے منہج کی پیروی کرنے والے:

اسی لئے ان کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"(۱)

یعنی وہ لوگ جو میرے اور میرے اصحاب کے راستہ پر ہوں گے۔

۵- بہترین قدوہ اور نمونہ جو حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی حق کے مطابق عمل کرتے ہیں:

ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ایک نوجوان اور عجمی شخص کی سعادت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو کسی سنی عالم کی صحبت کی توفیق دیدے"(۲)

اور فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اللہ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بندوں کو

---

(۱) اس حدیث کی تخریج صفحہ (۱۶) پر گزر چکی ہے۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۶۶ (۳۰)

اور ملکوں کو زندہ رکھتا ہے، اور وہ اہل سنت ہیں، اور جو شخص یہ جانے کہ اس کے پیٹ میں جو غذا جا رہی ہے وہ حلال ہی ہے تو ایسا شخص اللہ والوں کی جماعت سے ہے"(۱)

۶- اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں جو بدعات سے روکتے ہیں اور اہل بدعت سے دور رہنے کی تاکید کرتے ہیں:

ابو بکر بن عیاش سے کہا گیا کہ سنی کون ہے؟ فرمایا:

"وہ شخص ہے جس کے سامنے بدعتوں کا ذکر آئے تو کسی بھی بدعت کے لئے تعصب نہ کرے"(۲)

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"اہل سنت اس امت کے سب سے بہتر اور سب سے معتدل لوگ ہیں جو صراط مستقیم یعنی راہِ حق واعتدال پر گامزن ہیں"(۳)

---

(۱) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۷۲ (۵۱) حلیۃ الاولیاء، از ابی نعیم، ۸/ ۱۰۴۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/ ۷۲ (۵۳)

(۳) دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۳/ ۳۶۸، ۳۶۹۔

۷- اہل سنت وہ ہیں جو لوگوں کے فساد وبگاڑ کے وقت اجنبی سمجھے جائیں گے:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بَدَأَ الإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا، فَطُوبَى لِلْغُرَبَاءِ"(۱)

اسلام اجنبیت کی حالت میں شروع ہوا تھا اور عنقریب پہلے ہی کی طرح اجنبی ہو جائے گا، پس خوشخبری ہو غرباء (اجنبیوں) کے لئے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! غرباء کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان ان الاسلام بدأ غریباً وسیعود غریبا، ۱/۱۳۰، حدیث (۱۴۵)

"النُّزَّاعُ[۱] مِنَ الْقَبَائِلِ"[۲]

اللہ کے راستہ میں اپنے وطن اور خاندان کو چھوڑ دینے والے لوگ۔

اور امام احمد ہی کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول! غرباء کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

"أُنَاسٌ صَالِحُونَ فِي أُنَاسِ سُوءٍ كَثِيرٍ، مَنْ يَعْصِيهِمْ أَكْثَرُ مِمَّنْ يُطِيعُهُمْ"[۳]

بہت سے برے لوگوں کے درمیان تھوڑے سے نیک و صالح لوگ ہوں گے، ان کی بات کو مسترد کرنے والے ان کی بات ماننے والوں سے زیادہ ہوں گے۔

---

(۱) "نزاع" سے مراد وہ شخص ہے جو اپنے گھر اور خاندان سے دور ہو جائے، حدیث کا مطلب ہے کہ خوشخبری ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے وطن کو چھوڑ دینے والے ہیں، دیکھئے: النہایہ، از ابن اثیر، ۵/۴۱۔

(۲) مسند احمد ۱/ ۳۹۷۔

(۳) مسند احمد ۲/ ۱۷۷، ۲۲۲۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

"الَّذِينَ يَصْلُحُونَ إِذَا فَسَدَ النَّاسُ"(۱)

غرباء وہ لوگ ہیں جو اس وقت نیک وصالح بن کر رہیں گے جب اکثر لوگ بگڑ چکے ہوں گے۔

غرضیکہ اہل سنت وہ لوگ ہیں جو دیگر فرقوں، خواہش پرستوں اور بدعتیوں کے درمیان اجنبی سمجھے جاتے ہیں۔

۸- اہل سنت ہی علم دین کے علمبردار ہیں اور ان کی جدائی سے لوگ غمگین ہو جاتے ہیں:

یعنی اہل سنت ہی علم دین کے سچے علمبردار ہیں جو غلو کرنے والوں کی تحریف، باطل پرستوں کی حیلہ سازی اور جاہلوں کی تاویل سے علم دین کی حفاظت کرتے ہیں، اسی لئے ابن سیرین رحمہ اللہ نے کہا تھا:

"شروع میں لوگ اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب سے فتنہ شروع ہوا تو کہنے لگے کہ ہم سے اپنے رجال (رواۃِ حدیث) کے نام بیان

(۱) مسند احمد ۴/ ۷۳ا۔

کرو، چنانچہ اہل سنت کی روایت کردہ حدیث قبول کرلی جاتی اور اہل بدعت کی روایت کردہ حدیث رد کردی جاتی"[۱]

اسی طرح اہل سنت کی جدائی (موت) کی خبر سن کر لوگ غمگین ہو جاتے ہیں، ایوب سختیانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"جب مجھے اہل سنت میں سے کسی کی موت کی خبر ملتی ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے جسم کے بعض اعضاء کھو گئے"[۲]

مزید فرماتے ہیں:

"جو لوگ اہل سنت کے مرجانے کی تمنا کرتے ہیں وہ اپنے منہ (کی پھونکوں) سے اللہ کے نور کو گل کرنا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ یہ کافروں کو ناگوار ہو"[۳]

---

(۱) صحیح مسلم، المقدمہ، باب الاسناد من الدین، ۱/۱۵۔

(۲) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/٦٦ (۲۹) حلیۃ الاولیاء، از ابی نعیم، ۳/۹۔

(۳) شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۱/٦٨ (۳۵)

۲- اہل سنت و جماعت کے اصول

اہل سنت اپنے علم و اعتقاد اور سلوک و عمل میں چند واضح اور ثابت اصولوں پر گامزن ہیں، یہ اصول اللہ عزوجل کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت سے نیز امت کے اسلاف یعنی صحابہ و تابعین اور فضیلت والی تینوں صدیوں کے تبع تابعین اور ان کی سچی پیروی کرنے والے مومنین کے منہج سے ماخوذ ہیں، ان اصول کی تفصیل درج ذیل ہے:

☆ پہلا اصول: اللہ عزوجل پر ایمان لانا:

اللہ عزوجل پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس بات پر پختہ اور شک وشبہ سے بالاتر ایمان رکھا جائے کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق اور مالک اور تمام عبادت کا تنہا حقدار ہے، اور یہ کہ کامل محبت اور ذلت و عاجزی کے ساتھ تنہا اسی کی عبادت کی جائے، نیز اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہے، اس کے لئے بہترین نام اور اعلیٰ ترین صفات ہیں اور وہ ہر نقص و عیب سے پاک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ عزوجل پر ایمان رکھنا درج ذیل چار باتوں کو شامل ہے:[۱]

اول: اللہ عزوجل کے وجود پر ایمان لانا:

اللہ کے وجود پر فطرت، عقل، شریعت اور حس سبھی دلالت کرتے ہیں۔

۱- اللہ کے وجود پر فطرت کی دلالت یوں ہے کہ ہر مخلوق کسی سابقہ تفکیر یا تعلیم کے بغیر فطری طور پر اپنے خالق پر ایمان رکھتی ہے، کیونکہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلاَّ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ"[۲]

---

(۱) دیکھئے: شرح عقیدۂ واسطیہ، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، ۱/ ۵۵ تا ۵۹، سماحۃ العلامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ اللہ عزوجل کی ربوبیت پر ایمان لانے میں اللہ کے وجود پر ایمان لانا بھی داخل ہے، یہ بات انہوں نے اس تقریر پر اپنے تبصرہ کے دوران فرمائی تھی۔

(۲) متفق علیہ: بروایت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الجنائز، باب إذا أسلم الصبي فمات هل يصلى عليه؟ ۲/ ۱۱۹، حدیث (۱۳۵۸) مسلم، کتاب القدر، باب معنى كل مولود يولد على الفطرة....، ۴/ ۲۰۴۷، حدیث (۲۶۵۸)

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی بنادیتے ہیں یا نصرانی بنادیتے ہیں یا مجوسی بنادیتے ہیں۔

۲- اللہ تعالیٰ کے وجود پر عقل کی دلالت یوں ہے کہ گزشتہ اور آئندہ مخلوقات کے لئے ضروری ہے کہ ان کا کوئی خالق ہو جس نے انہیں اس نرالے نظام کے تحت پیدا کیا ہے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس عقلی دلیل اور قطعی برہان کا ذکر کیا ہے، فرمایا:

﴿أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ O أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ بَل لاَ يُوقِنُونَ Oأَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُونَ﴾
الطّور:۳۵تا۳۷

کیا یہ بغیر کسی پیدا کرنے والے کے خود بخود پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ کیا انہوں نے ہی آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ بلکہ یہ یقین نہ کرنے والے لوگ ہیں۔ یا کیا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا (ان خزانوں کے) یہ داروغہ ہیں۔

حضرت جبیر بن مطعم- جو اس وقت تک مشرک تھے -جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان آیات کی تلاوت کرتے ہوئے سنا تو کہا:

”ان آیات کو سن کر میرا دل اڑا جارہا تھا، اور یہی وہ پہلی چیز تھی جس نے میرے دل میں ایمان کی روح پھونکی“[1]

۳-اللہ تعالیٰ کے وجود پر شریعت کی دلالت یوں ہے کہ اللہ نے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں جو اس بات کی شہادت دیتی ہیں۔

۴-اللہ تعالیٰ کے وجود پر حس کی دلالت دو پہلو سے ہے:

(الف) ہم سنتے اور دیکھتے ہیں کہ دعا کرنے والوں کی دعا قبول ہوتی ہے اور پریشان حال لوگوں کی فریادرسی ہوتی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے وجود کی قطعی دلیل ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ﴾ الانبیاء:۷۶۔

اور نوح کو یاد کرو جبکہ انہوں نے اس سے پہلے دعا کی تو ہم نے ان

---

(۱) متفق علیہ بروایت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب تفسیر القرآن، سورۃ الطور، باب حدثنا عبداللہ بن یوسف، ۶/ ۶۸، حدیث (۴۸۵۴) وکتاب المغازی، باب حدثنی خلیفہ، ۵/ ۲۵، حدیث (۴۰۲۳) مسلم، کتاب الصلاۃ، باب القراءۃ فی الصبح، ۱/ ۳۳۸، حدیث (۴۶۳)

کی دعا قبول فرمائی اور انہیں اور ان کے گھر والوں کو بڑے کرب سے نجات دی۔

اس کے علاوہ اس موضوع کی دیگر آیات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

اور صحیح بخاری میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ جمعہ کا خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک اعرابی مسجد میں داخل ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مال برباد ہو گئے اور بچے بھوک کا شکار ہیں، آپ اللہ سے ہمارے لئے (بارش کی) دعا کر دیں، چنانچہ آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یوں دعا کی:

"اَللَّهُمَّ أَغِثْنَا ، اَللَّهُمَّ أَغِثْنَا ، اَللَّهُمَّ أَغِثْنَا"

اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر، اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر، اے اللہ! ہم پر بارش نازل کر۔

حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ابھی آپ ﷺ نے ہاتھ نیچے بھی نہ کئے تھے کہ پہاڑوں کی مانند بادل اٹھے اور ابھی آپ منبر سے اترے بھی نہ تھے کہ میں

نے آپ کی داڑھی پر بارش کا پانی گرتے دیکھا، چنانچہ ایسی بارش ہوئی کہ اللہ کی قسم! ہم نے ایک ہفتہ تک سورج نہیں دیکھا۔

پھر دوسرے جمعہ کو (وہی اعرابی یا) کوئی دوسرا شخص اسی دروازے سے داخل ہوا اور عرض کیا اے اللہ کے رسول! مال و جائیداد برباد ہو گئی اور راستے بند ہو گئے، آپ اللہ سے دعا فرمادیں کہ بارش تھم جائے، آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور دعا کی:

"اللَّهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلاَ عَلَيْنَا"

اے اللہ! ہمارے آس پاس برسا، ہم پر نہ برسا۔

راوی کہتے ہیں: آپ جس جانب بھی اشارہ فرماتے آسمان کھلتا چلا جاتا۔[1]

(ب) اللہ تعالیٰ کے وجود پر حس کی دلالت کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ انبیاء کرام کی نشانیاں جن کو معجزات کہا جاتا ہے، یہ معجزات بھی اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے کی قطعی دلیل ہیں، کیونکہ یہ معجزات انسان کی قدرت سے باہر

---

(۱) متفق علیہ بروایت انس رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الاستقاء، باب الاستسقاء فِي خطبة الجمعة غير مستقبل القبلة، ۲/ ۲۲، حدیث (۱۱۰۴) مسلم، کتاب الاستقاء، باب الدعاء فِي الاستسقاء، ۲/ ۶۱۲، حدیث (۸۹۷)

ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی نصرت و تائید کے لئے ظاہر فرماتا ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان لانا:

اللہ کی ربوبیت پر ایمان لانے کا مطلب اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ تنہا اللہ ہی پوری کائنات کا رب، خالق، مالک اور مدبر و کارساز ہے، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ﴾ فاطر: ۱۳۔

یہی اللہ تم سب کا رب ہے، اسی کی سلطنت ہے، اور جنہیں تم اس کے سوا پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں۔

کسی بھی شخص کے بارے میں یہ منقول نہیں کہ اس نے اللہ سبحانہ کی ربوبیت کا انکار کیا ہو، سوائے اس شخص کے جو کٹ حجتی کرنے والا ہو، اللہ عزوجل نے آل فرعون کے بارے میں فرمایا:

﴿وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا﴾ النمل: ۱۴۔

انہوں نے صرف ظلم اور تکبر کی بنا پر انکار کر دیا، حالانکہ ان کے دل یقین کر چکے تھے۔

سوم: اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان لانا:

اللہ کی الوہیت پر ایمان لانے کا مطلب اس بات کا اقرار کرنا ہے کہ تنہا اللہ ہی معبود برحق اور ہر قسم کی عبادت کا حقدار ہے، اس میں اس کا کوئی شریک نہیں، کیونکہ وہی بندوں کا خالق و محسن، ان کی روزی کا ذمہ دار، ان کے پوشیدہ اور ظاہری احوال کا جاننے والا اور اطاعت گزار کو ثواب سے نوازنے اور نافرمان کو سزا دینے پر قادر ہے، اور اسی عبادت کے لئے اس نے جن وانس کی تخلیق کی ہے، فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالإِنسَ إِلاَّ لِيَعْبُدُونِ ○ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعِمُونِ○ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ﴾ الذاریات: ۵۶ تا ۵۸۔

میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔ نہ میں ان سے روزی چاہتا ہوں اور نہ میری یہ چاہت ہے کہ یہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی سب کا روزی رساں، توانائی والا اور زور آور ہے۔

اور فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ○ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلاَ تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ البقرہ:۲۱، ۲۲۔

اے لوگو! اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے پانی اتار کر اس سے پھل پیدا کر کے تمہیں روزی دی، پس جاننے کے باوجود اللہ کے شریک مقرر نہ کرو۔

اللہ عزوجل نے اسی توحید "توحید عبادت" کی وضاحت اور اس کی دعوت کے لئے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں، جیسا کہ فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولاً أَنِ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ النحل:۳۶۔

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ لوگو! ایک اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔

دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلاَّ نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلاَّ أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ الانبیاء:۲۵۔

آپ سے پہلے بھی جو رسول ہم نے بھیجا اس کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔

اور فرمایا:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لا إِلَهَ إِلاَّ هُوَ وَالْمَلائِكَةُ وَأُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ آل عمران:۱۸۔

اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور اہل علم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ عدل کو قائم رکھنے والا ہے، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

اللہ کے ساتھ جس چیز کو بھی معبود ٹھہرایا جائے اور اللہ کے علاوہ اس کی عبادت و بندگی کی جائے اس کی الوہیت (معبود ہونا) باطل ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ الحج: ۶۲۔

یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بیشک اللہ ہی بلندی والا اور کبریائی والا ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَإِلَهُكُمْ إِلَهٌ وَاحِدٌ لاَ إِلَهَ إِلاَّ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ﴾ البقرہ: ۱۶۳۔

تم سب کا معبود ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بہت رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔

اللہ عزوجل نے مشرکین کے غیر اللہ کو معبود ٹھہرانے کے اس رویہ کو ہر پہلو سے باطل قرار دیا ہے، فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ لاَ يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلاَ فِي الأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيرٍ ○ وَلاَ تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلاَّ لِمَنْ أَذِنَ لَهُ﴾ سبا: ۲۲، ۲۳۔

کہہ دیجئے! اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔ اور شفاعت (سفارش) بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی بجز ان کے جن کے لئے وہ اجازت دیدے۔

غرضیکہ عبادت صرف اللہ عزوجل کا حق ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

”حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَّعْبُدُوهُ وَلاَ يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا“(۱)

---

(۱) متفق علیہ بروایت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الرقاق، باب من جاهد نفسه في طاعة الله، ۲۴۳/۷، حدیث (۶۵۰۰) مسلم، کتاب الایمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً، ۵۸/۱، حدیث (۳۰)

اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

چہارم: اللہ عزوجل کے اسمائے حسنٰی اور صفات علیا پر ایمان رکھنا:

اہل سنت و جماعت اللہ عزوجل کے لئے ان تمام اسماء و صفات کو ثابت مانتے ہیں جن کو اللہ نے اپنے لئے یا اس کے رسول ﷺ نے اس کے لئے ثابت فرمائے ہیں، وہ ان اسماء و صفات میں کوئی تحریف نہیں کرتے، انہیں معطل نہیں مانتے، ان کی کیفیت نہیں بیان کرتے اور نہ ہی انہیں مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیتے ہیں، بلکہ وہ جس طرح وارد ہیں اسی طرح ان کو بیان کرتے ہیں اور وہ جن عظیم معانی پر دلالت کرتے ہیں ان پر ایمان رکھتے ہیں، لہٰذا وہ تمام اسماء و صفات جو اللہ نے اپنے لئے ثابت فرمائے ہیں یا اس کے رسول ﷺ نے اس کے لئے ثابت کئے ہیں اہل سنت ان سب کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق اللہ کے شایان شان مفصل طور پر ثابت مانتے ہیں:

﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اور جن صفات کی اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات سے نفی کی ہے یا اس کے رسول ﷺ نے نفی کی ہے اہل سنت بھی اللہ کے اس ارشاد کے مطابق اللہ سے اس کی اجمالی طور پر نفی کرتے ہیں:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾

اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔

اللہ تعالیٰ سے صفات نقص کی نفی اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ نقائص کے برعکس اللہ کے لئے صفات کمال کا اثبات کیا جائے، اللہ نے اپنی ذات سے جن نقائص کی نفی فرمائی ہے یہ ان نقائص کے برعکس صفات کمال پر دلالت کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں نقائص کی نفی اور صفات کمال کے اثبات کو جمع کر دیا ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

الشوریٰ ۱۲۔

اس کے مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی بیان کی گئی ہے، یعنی وہ اپنی ذات، اپنی صفات اور اپنے افعال میں مخلوق کی مشابہت سے پاک اور منزہ ہے۔ آیت

کے پہلے حصہ یعنی ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ میں "مشبہہ" کی تردید ہے اور دوسرے حصہ یعنی ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ میں "معطلہ" کی تردید ہے۔ اسی طرح پہلے حصہ میں مجمل نفی ہے اور آخری حصہ میں مفصل اثبات۔

دوسری جگہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ النحل: ۷۴۔

تم اللہ کے لئے مثالیں نہ بیان کرو، اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام اور ان کے سچے تابعین اہل سنت وجماعت کا یہی عقیدہ ہے جسے ائمہ اہل سنت نے ان سے نقل کیا ہے۔[1]

ولید بن مسلم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اوزاعی، سفیان ثوری، مالک بن انس اور لیث بن سعد سے ان احادیث کے بارے میں دریافت کیا جن میں اللہ کی رؤیت (دیدار) کا ذکر ہے، تو انہوں نے جواب دیا:

---

(۱) دیکھئے شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۳/ ۵۸۲ (۸۷۵، ۹۳۰)

”رؤیت کی کیفیت بیان کئے بغیر یہ احادیث جس طرح وارد ہیں اسی طرح ان کو ظاہر پر محمول کرو“[۱]

ارشادِ الٰہی:

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾

رحمٰن جو عرش پر مستوی ہوا۔

اس ارشاد کے بارے میں اہل سنت نے ائمہ سلف کا کلام نقل کیا ہے کہ یہ ارشاد مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی بلندی پر دلالت کرتا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ فاطر: ۱۰۔

تمام تر عمدہ کلمات اسی کی طرف چڑھتے ہیں اور نیک عمل ان کو بلند کرتا ہے۔

اور فرمایا:

(۱) دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۵۸۲/۳۔

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾ الانعام:٦١۔

اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے (فرشتے) بھیجتا ہے۔

ابوالقاسم لالکائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں ہے اور اس کا علم زمین و آسمان کی ہر جگہ کو گھیرے ہوئے ہے۔ (مزید فرماتے ہیں:) یہ بات صحابہ میں سے حضرت عمر، ابن مسعود، ابن عباس اور ام سلمہ رضی اللہ عنہم سے روایت کی گئی ہے، اور تابعین میں سے ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن، سلیمان تیمی اور مقاتل بن حیان سے نقل کی گئی ہے، نیز فقہاء میں سے مالک بن انس، سفیان ثوری اور احمد بن حنبل اسی کے قائل ہیں"[1]

ارشاد الٰہی:

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾

رحمٰن جو عرش پر مستوی ہوا۔

---

(۱) دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۴۳۰/۳۔

اس ارشاد کے بارے میں ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ عرش پر کیسے مستوی ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"استوا کا معنی معلوم ہے، لیکن اس کی کیفیت مجہول ہے، یہ اللہ کی طرف سے پیغام ہے، رسول کے ذمہ پیغام کا پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمہ اس کی تصدیق کرنا ہے"[1]

ایک آدمی نے امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا اے ابو عبداللہ!

﴿الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى﴾

رحمٰن جو عرش پر مستوی ہوا۔

تو کس طرح مستوی ہوا؟ انہوں نے فرمایا:

"کیفیت معلوم نہیں، استوا مجہول نہیں (بلکہ معلوم ہے) اس پر ایمان رکھنا واجب ہے اور اس کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تم ایک گمراہ شخص ہو" چنانچہ انہوں نے حکم دیا اور اسے مجلس سے نکال باہر کر دیا گیا۔[2]

---

(۱) دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۳/ ۴۴۲ (۶۶۵)

(۲) دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۳/ ۴۴۱ (۶۶۴) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری (۱۳/ ۴۰۶) میں اس کی سند کو جید قرار دیا ہے۔

نیز ابو عبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے عرض کیا گیا کہ اللہ عزوجل ساتویں آسمان پر اپنے عرش کے اوپر ہے اور اپنی مخلوق سے جدا ہے اور اس کی قدرت اور اس کا علم ہر جگہ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا:

"ہاں، وہ عرش پر ہے لیکن اس کے علم سے کائنات کا کوئی چپہ خالی نہیں"[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام احمد سے ارشاد الٰہی:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ﴾

وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی رہو۔

اس ارشاد کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کے جواب میں بھی وہی بات کہی۔

یہ تمام اقوال اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اہل سنت اللہ کے لئے وارد اسماء و صفات کو اور جن عظیم معانی پر یہ دلالت کرتے ہیں ان کو ثابت مانتے ہیں اور جس طرح وہ وارد ہیں اسی طرح ان پر ایمان رکھتے ہیں، مگر ان کی کیفیت نہیں بیان کرتے۔

---

(۱) دیکھئے: شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، از لالکائی، ۳/۴۰۲ (۶۷۴)

اللہ کی معیت (یعنی اللہ کا اپنی مخلوق کے ساتھ ہونا) کی دو قسمیں ہیں: ایک عام معیت جو تمام لوگوں کو حاصل ہے، اور دوسری خاص معیت جو توفیق کی متقاضی ہوتی ہے۔[۱]

دوسرا اصول:

فرشتوں پر ایمان لانا:

فرشتوں پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں:[۲]

اول: ان کے وجود پر ایمان لانا۔

دوم: ان میں سے جن کے نام ہمیں معلوم ہیں ان پر ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا، اور جن کے نام معلوم نہیں ان پر مجمل ایمان لانا۔

سوم: ان کی جو صفات ہمیں معلوم ہیں ان پر ایمان لانا، مثلاً جبرئیل علیہ السلام کی صفت کے بارے میں نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ آپ نے ان کو ان کی اس ہیئت میں دیکھا ہے جس پر ان کی تخلیق ہوئی ہے، اس وقت ان کے چھ سو پر تھے جو پورے افق پر چھائے ہوئے تھے۔

---

(۱) بلکہ توفیق کے ساتھ ہی الہام اور نصرت کی بھی متقاضی ہوتی ہے۔

(۲) دیکھئے: شرح ارکان ایمان، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، صفحہ ۲۷۔

چہارم: اللہ عزوجل کے حکم سے وہ جو اعمال انجام دیتے ہیں ان میں سے جن اعمال کا ہمیں علم ہے ان پر ایمان لانا، مثلاً اللہ تعالیٰ کی تسبیح خوانی، جیسا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَمَنْ عِنْدَهُ لاَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَلاَ يَسْتَحْسِرُونَ○ يُسَبِّحُونَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لاَ يَفْتُرُونَ﴾ الانبیاء: ۱۹، ۲۰۔

اور جو (فرشتے) اس کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے نہ سرکشی کرتے ہیں اور نہ تھکتے ہیں۔ وہ دن رات تسبیح بیان کرتے ہیں اور ذرا بھی سستی نہیں کرتے۔

اور ابوذر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

”إِنِّي أَرَى مَا لاَتَرَوْنَ وَأَسْمَعُ مَا لاَتَسْمَعُونَ، أَطَّتِ السَّمَاءُ وَحُقَّ لَهَا أَنْ تَئِطَّ، مَا فِيهَا مَوْضِعُ أَرْبَعِ أَصَابِعَ إِلاَّ وَمَلَكٌ وَاضِعٌ جَبْهَتَهُ سَاجِدًا لِلّٰهِ...“[1]

---

(۱) سنن ترمذی، کتاب الزہد، باب قول النبی ﷺ: ”لو تعلمون ما أعلم لضحكتم قليلا“ ۴/۵۵۶، حدیث (۲۳۱۲) ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے، نیز دیکھئے: سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحزن والبکاء، ۲/ ۱۴۰۲، حدیث (۴۱۹۰) البانی نے صحیح سنن ترمذی ۲/ ۲۶۸ اور صحیح سنن ابن ماجہ ۲/ ۴۰۷ میں اسے حسن بتایا ہے۔

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) میں وہ چیز دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے، آسمان (بوجھ سے) چرچرانے لگا اور اسے چرچرانا ہی چاہئے، اس کے اندر چار انگلی کے برابر بھی ایسی جگہ نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھ کر اللہ کے لئے سجدہ ریز نہ ہو۔

یہ حدیث فرشتوں کی کثرت پر دلالت کرتی ہے، یہ بھی ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کو آسمان میں "بیت معمور" دکھایا گیا جس کا ہر روز ستر ہزار فرشتے طواف کرتے ہیں اور پھر دوبارہ ان کی باری نہیں آتی۔ [1]

(۱) متفق علیہ بروایت انس رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۴/۹۳، حدیث (۳۲۰۷) بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "فسألت جبريل، فقال: هذا البيت المعمور، يصلي فيه كل يوم سبعون ألف ملك، إذا خرجوا لم يعودوا إليه آخر ما عليهم" ترجمہ: میں نے جبرئیل سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ بیت معمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جب یہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر کبھی دوبارہ اس طرف نہیں آتے۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الإسراء برسول الله ﷺ إلى السموات وفرض الصلوات، ۱/۱۵۰، حدیث (۱۶۴) مسلم کی روایت کے الفاظ یہ ہیں: "فقلت: يا جبريل ما هذا؟ قال: هذا البيت المعمور، يدخله كل يوم سبعون ألف ملك، إذا خرجوا لم يعودوا فيه آخر ما عليهم" ترجمہ: میں نے کہا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ بیت معمور ہے، اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں اور جب یہاں سے نکل جاتے ہیں تو پھر کبھی دوبارہ اس میں نہیں آتے۔

فرشتوں کے بعض اعمال یہ ہیں: حضرت جبرئیل امین وحی (یعنی اللہ کے رسولوں تک وحی پہنچانے پر مامور) ہیں، اسرافیل صور پھونکنے پر متعین ہیں، ملک الموت کے ذمہ روح قبض کرنا ہے، اور اسی طرح کے دیگر اعمال۔

تیسرا اصول:

آسمانی کتابوں پر ایمان لانا:

آسمانی کتابوں پر مجمل طور پر ایمان رکھنا اور اس بات کی تصدیق کرنا واجب ہے کہ اللہ عزوجل نے توحید کی حقیقت بیان کرنے اور اس کی دعوت دینے کے لئے ان کتابوں کو اپنے انبیاء و رسل پر نازل فرمایا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ الحدید:۲۵۔

ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی دلیلیں دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان (ترازو) نازل فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم رہیں۔

اور جن کتابوں کے اللہ نے نام ذکر کر دیئے ہیں ان پر ہم مفصل ایمان

رکھتے ہیں، جیسے تورات، انجیل، زبور اور قرآن عظیم، ان میں قرآن سب سے افضل، سب کی خاتم وناسخ اور سب کی تصدیق کرنے والی کتاب ہے، اور تمام بندوں پر اسی قرآن کی اور اس کے ساتھ صحیح احادیث کی اتباع کرنا اور کتاب وسنت سے فیصلے لینا واجب ہے۔[1]

چوتھا اصول:

رسولوں پر ایمان لانا:

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اس بات کی پوری تصدیق کرے کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو کفر وشرک کی تاریکیوں سے

---

(۱) معلوم ہوا کہ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں:

۱- اس بات پر ایمان لانا کہ یہ کتابیں اللہ عزوجل کے پاس سے نازل ہوئی ہیں۔

۲- ان کتابوں میں سے جس کتاب کے نام کا ہمیں علم ہے اس پر اس کے نام کے ساتھ ایمان لانا۔

۳- ان میں مذکور خبروں میں سے جس خبر کی صحت معلوم ہو اس کی تصدیق کرنا۔

۴- ان کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے ان کو ماننا اور ان پر عمل کرنا۔ لیکن تمام آسمانی کتابیں قرآن کریم کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہیں، اس لئے اب صرف قرآن پر عمل واجب ہے۔ دیکھئے: شرح ارکان ایمان، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، صفحہ ۳۲۔

نکال کر اسلام کی روشنی کی طرف لانے کے لئے رسول مبعوث فرمائے ہیں، ان رسولوں پر مجمل اور مفصل ایمان لانا واجب ہے، یعنی تمام رسولوں پر مجمل ایمان رکھا جائے گا، لیکن جن کے نام اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمادیئے ہیں ان پر مفصل ایمان رکھنا واجب ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلاً مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلاَّ يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا﴾ النساء:۱۶۵۔

ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے، تاکہ رسولوں کے بھیجنے کے بعد لوگوں کے لئے کوئی حجت اللہ پر نہ رہ جائے، اور اللہ بڑا غالب اور بڑا باحکمت ہے۔

لہٰذا بندہ اس بات پر ایمان رکھے کہ جس نے رسول کی دعوت پر لبیک کہا وہ سعادت سے ہمکنار ہوا اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خسارہ اور ندامت سے دوچار ہوا۔ ان رسولوں میں سب سے آخری اور سب سے افضل ہمارے نبی محمد ﷺ ہیں۔(۱)

---

(۱) رسولوں پر ایمان لانے میں چار چیزیں شامل ہیں: (=)

پانچواں اصول:

قیامت کے دن پر ایمان لانا:

قیامت کے دن پر ایمان لانے میں موت کے بعد پیش آنے والے ان تمام امور پر ایمان لانا شامل ہے جن کی اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے، ان میں سے چند امور درج ذیل ہیں:

۱-ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(=) ۱-اس بات پر ایمان لانا کہ ان کی رسالت برحق اور اللہ عزوجل کی جانب سے ہے۔

۲-ان میں سے جس رسول کے نام کا ہمیں علم ہے اس پر اس کے نام کے ساتھ ایمان لانا۔

۳-ان کی جن خبروں کی صحت معلوم ہو ان کی تصدیق کرنا۔

۴-ان میں سے جو رسول ہماری طرف بھیجے گئے ہیں، یعنی خاتم النبیین محمد ﷺ، ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا، آپ کی شریعت نے سابقہ تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ دیکھئے: شرح ارکان ایمان، از علامہ محمد بن صالح العثیمین، صفحہ ۳۶۔

”إِذَا وُضِعَتِ الْجِنَازَةُ فَاحْتَمَلَهَا الرِّجَالُ عَلَى أَعْنَاقِهِمْ، فَإِنْ كَانَتْ صَالِحَةً قَالَتْ: قَدِّمُونِي قَدِّمُونِي، وَإِنْ كَانَتْ غَيْرَ صَالِحَةٍ قَالَتْ: يَا وَيْلَهَا أَيْنَ تَذْهَبُونَ بِهَا؟ يَسْمَعُ صَوْتَهَا كُلُّ شَيْءٍ إِلاَّ الإِنْسَانُ، وَلَوْ سَمِعَهَا الإِنْسَانُ لَصَعِقَ“(۱)

جب میت کو چارپائی پر رکھ دیا جاتا ہے اور لوگ اسے اپنے کندھوں پر اٹھا کر چلنے لگتے ہیں تو اگر وہ نیک تھا تو کہتا ہے: مجھے آگے لے چلو، مجھے آگے لے چلو، اور اگر برا تھا تو کہتا ہے: ہائے بربادی! اسے کہاں لے جارہے ہیں؟ اس کی آواز انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اور اگر اسے انسان سن لے تو بیہوش ہو جائے۔

اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”أَسْرِعُوا بِالْجِنَازَةِ، فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ

(۱) صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب حمل الرجال الجنازة دون النساء، ۲/ ۱۰۸، حدیث (۱۳۱۴) وباب قول المیت علی الجنازة: ”قدموني“ ۲/ ۱۰۸، حدیث (۱۳۱۶)

تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ، وَإِنْ تَكُنْ غَيْرَ ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ"(۱)

جنازہ کو لیکر تیز چلو، کیونکہ اگر وہ نیک تھا تو اسے خیر کی طرف پہنچا دو گے، اور اگر برا تھا تو اپنے کندھوں سے شر کو اتار دو گے۔

۲- قبر کی آزمائش پر ایمان رکھنا:

یعنی اس بات پر کہ لوگوں کا مرنے کے بعد اپنی قبروں میں بھی امتحان لیا جاتا ہے، انسان سے سوال ہوتا ہے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارے نبی کون ہیں؟ تو اس کے جواب میں بندۂ مومن کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں، لیکن گنہگار کہتا ہے ہائے، ہائے، میں نہیں جانتا، لوگوں کو جو کچھ کہتے سنا وہی میں نے بھی کہہ دیا، اس سے کہا جاتا ہے کہ نہ تو تم نے جانا اور نہ کتاب اللہ کی تلاوت کی (کہ جان سکتے) پھر اس پر لوہے کے ہتھوڑے سے ضرب لگائی

---

(۱) متفق علیہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: بخاری کتاب الجنائز، باب السرعۃ بالجنازۃ، ۲/۱۰۸، حدیث (۱۳۱۵) مسلم، کتاب الجنائز، باب الاسراع بالجنازۃ، ۲/۶۵۱، حدیث (۹۴۴)

جاتی ہے تو وہ ایسی چیخ مارتا ہے کہ اسے انسان کے علاوہ ہر چیز سنتی ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ اسے انسان و جنات کے علاوہ اس کے قریب کی ہر چیز سنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الآخِرَةِ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ﴾ ابراہیم: ۲۷۔

اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو قول ثابت کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی، ہاں ظالموں کو اللہ بہکا دیتا ہے، اور اللہ جو چاہے کر گزرے۔[1]

۳- قبر کے عذاب اور راحت و آسائش پر ایمان رکھنا:

یہ چیز کتاب و سنت سے ثابت ہے اور یہ برحق ہے اور اس پر ایمان رکھنا واجب ہے، قبر میں عذاب صرف روح کو ہوتا ہے اور جسم اس کے تابع ہے، لیکن قیامت کے دن روح اور جسم دونوں کو عذاب ہوگا۔ بہرحال قبر کا عذاب

---

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی عذاب القبر، ۲/ ۱۲۳، حدیث (۱۳۶۹، ۴/ ۱۳۷) مسند امام احمد ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۵، ۲۹۶، مستدرک حاکم ۱/ ۳۷ تا ۴۰۔

اور راحت و آسائش برحق ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اس کے دلائل موجود ہیں۔[1]

۴- قیامت کبریٰ:

جب حضرت اسرافیل صور میں پہلی بار پھونک ماریں گے، پھر قبروں سے اٹھا دینے والا دوسرا صور پھونکیں گے تو روحیں اپنے اپنے جسموں میں واپس لوٹا دی جائیں گی اور لوگ ننگے پاؤں، برہنہ جسم اور غیر مختون حالت میں اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر اللہ رب العالمین کے سامنے حاضر ہو جائیں گے۔

۵- میزان عمل:

اس میزان (ترازو) پر بندہ اور اس کے عمل دونوں کا وزن کیا جائے گا:

﴿فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ○ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فِي جَهَنَّمَ خَالِدُونَ﴾ المؤمنون: ۱۰۲، ۱۰۳۔

(۱) دیکھئے: کتاب الروح، از ابن القیم، ۱/ ۲۶۳، ۳۱۱۔

پس جن کے ترازو کا پلہ بھاری ہوگیا وہ تو نجات پانے والے ہو گئے۔
اور جن کے ترازو کا پلہ ہلکا ہو گیا تو یہ ہیں وہ جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا جو ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔

٦-اعمال نامے اور صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے، تو بعض لوگوں کو ان کا نامۂ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا اور بعض کو پیٹھ کے پیچھے سے بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا:

﴿فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَيَقُولُ هَاؤُمُ اقْرَءُوا كِتَابِيَهْ ○ إِنِّي ظَنَنتُ أَنِّي مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ ○ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ ○ فِي جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ○ قُطُوفُهَا دَانِيَةٌ ○ كُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا بِمَا أَسْلَفْتُمْ فِي الْأَيَّامِ الْخَالِيَةِ ○ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِشِمَالِهِ فَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ○ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ○ يَالَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ○ مَا أَغْنَى عَنِّي مَالِيَهْ ○ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ﴾

الحاقہ:۱۹تا ۲۹۔

سو جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھو۔ مجھے تو کامل یقین تھا کہ مجھے اپنا حساب ملنا ہے۔ پس وہ ایک دل پسند زندگی میں ہوگا۔ بلند و بالا جنت میں۔ جس کے میوے جھکے پڑے ہوں گے۔ (ان سے کہا جائے گا کہ) مزے سے کھاؤ پیو اپنے ان اعمال کے بدلے جو تم نے گزشتہ زمانے میں کئے۔ لیکن جسے اس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا وہ کہے گا کہ کاش مجھے میری کتاب دی ہی نہ جاتی۔ اور میں جانتا ہی نہ کہ حساب کیا ہے۔ کاش کہ موت میرا کام ہی تمام کر دیتی۔ میرے مال نے بھی مجھے کچھ نفع نہ دیا۔ میرا غلبہ بھی مجھ سے جاتا رہا۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ○ فَسَوْفَ يَدْعُو ثُبُورًا○ وَيَصْلَى سَعِيرًا﴾ الانشقاق: ۱۰ تا ۱۲۔

اور جس شخص کو اس (کے عمل) کی کتاب اس کی پیٹھ کے پیچھے سے دی جائے گی۔ تو وہ موت کو پکارے گا۔ اور بھڑکتی ہوئی جہنم میں داخل ہوگا۔

۷-حساب:

میدان محشر سے واپسی سے پہلے اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے دنیوی اعمال سے مطلع فرمائے گا، چنانچہ ہر انسان اپنا عمل دیکھ لے گا:

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا﴾ آل عمران:۳۰۔

جس دن ہر نفس (شخص) اپنی کی ہوئی نیکیوں کو اور اپنی کی ہوئی برائیوں کو موجود پالے گا، وہ تمنا کرے گا کہ کاش! اس کے اور اس کی برائیوں کے درمیان بہت ہی دوری ہوتی۔

﴿وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ الکہف:۴۹۔

جو کچھ انہوں نے کیا تھا سب موجود پائیں گے، اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔

۸-حوض کوثر:

اس بات کی پختہ تصدیق بھی واجب ہے کہ قیامت کے میدان میں نبی

ﷺ کا حوض ہوگا جس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر میٹھا ہوگا، اس کے آبخورے آسمان کے تاروں کی گنتی کے برابر ہوں گے اور اس کا طول و عرض ایک ایک ماہ کی مسافت کے برابر ہوگا، جسے اس حوض کا ایک گھونٹ پانی نصیب ہو جائے اسے پھر کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ (۱) یہ حوض ہمارے نبی ﷺ کے لئے خاص ہوگا، ویسے تو ہر نبی کا ایک حوض ہوگا، لیکن ہمارے نبی ﷺ کا حوض سب سے بڑا ہوگا۔

۹- صراط:

صراط اور اس کے بعد جنت اور جہنم کے درمیان ایک اور پل ہوگا جس پر ایمان رکھنا واجب ہے، صراط جہنم کے اوپر نصب ہے جس سے اولین و آخرین تمام لوگ گزریں گے، یہ تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، لوگ اپنے اپنے اعمال کے اعتبار سے اس کے اوپر سے گزریں گے، چنانچہ بعض لوگ آنکھ جھپکنے کی مانند گزر جائیں گے، بعض بجلی کی مانند، بعض

---

(۱) دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب فی الحوض و قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ﴾ ۷/ ۲۶۱، حدیث (۶۵۷۵ تا ۶۵۹۳) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب اثبات حوض نبینا ﷺ، ۴/ ۱۷۹۲ تا ۱۸۰۲، حدیث (۲۲۸۹ تا ۲۳۰۵)

ہوا کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح اور بعض اونٹ کی رفتار سے، اور بعض لوگ دوڑ کر، بعض عام چال چل کر اور بعض گھسٹ کر اسے پار کریں گے، پل کے کناروں پر لوہے کے آنکوڑے نصب ہوں گے جس شخص کے بارے میں حکم ہوگا وہ اسے اچک لیں گے۔ جب مومنین پل صراط پار کرلیں گے تو جنت اور جہنم کے درمیان ایک پل پر انہیں کھڑا کیا جائے گا اور ایک دوسرے سے قصاص دلوایا جائے گا، جب بالکل پاک وصاف ہو جائیں گے تو انہیں دخول جنت کی اجازت ملے گی۔[1]

۱۰- شفاعت:

دوسرے کے لئے خیر طلب کرنے کو شفاعت کہتے ہیں، شفاعت کی کئی قسمیں ہیں:[2]

---

(۱) دیکھئے: صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم، حدیث (۲۴۴۰) و کتاب الرقاق، حدیث (۶۵۳۳ تا ۶۵۳۵) صحیح مسلم، کتاب الایمان، ۱/ ۱۶۳ تا ۱۸۷، حدیث (۱۸۲ تا ۱۹۵)

(۲) ابن ابی العز نے "شرح عقیدۂ طحاویہ" میں شفاعت کی آٹھ قسمیں ذکر کی ہیں:

۱- شفاعت عظمیٰ تاکہ لوگوں کا حساب وفیصلہ شروع ہو۔

۲- ان لوگوں کے بارے میں شفاعت جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی۔ (=)

(۱) شفاعت عظمیٰ جو اہل محشر کے لئے ہو گی۔

(۲) اہل جنت کے لئے جنت میں داخلہ کی شفاعت۔

(۳) ابو طالب کے عذاب کی تخفیف کی شفاعت۔ یہ تینوں شفاعتیں ہمارے نبی ﷺ کے لئے خاص ہیں۔ ان کے علاوہ:

(۴) جو لوگ بداعمالیوں کی وجہ سے جہنم کے مستحق ہو چکے ہوں گے ان کے بارے میں شفاعت کہ اللہ انہیں جہنم میں نہ ڈالے۔

(۵) جو لوگ جہنم میں جا چکے ہوں گے ان کو جہنم سے نکالنے کی شفاعت۔

(=) ۳- ان لوگوں کے بارے میں شفاعت جنہیں جہنم رسید کرنے کا حکم ہو چکا ہو گا کہ اللہ انہیں جہنم میں نہ ڈالے۔

۴- جو لوگ جنت میں داخل ہو چکے ہوں گے ان کے رفع درجات کے لئے شفاعت۔

۵- کچھ لوگوں کے لئے حساب کے بغیر جنت میں داخل ہونے کی شفاعت۔

۶- نبی ﷺ کی اپنے چچا ابو طالب کے عذاب کی تخفیف کے لئے شفاعت۔

۷- نبی ﷺ کی شفاعت کہ تمام مومنوں کے لئے دخول جنت کی اجازت مل جائے۔

۸- امت محمدیہ میں سے جو لوگ کبیرہ گناہوں کے مرتکب ہوئے ان کے لئے شفاعت۔ دیکھئے: شرح عقیدۂ طحاویہ، صفحہ ۲۵۲ تا ۲۶۲۔

اس کے علاوہ اللہ عزوجل اپنے فضل ورحمت سے کسی شفاعت کے بغیر کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے گا۔اس شفاعت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین سارے لوگ شریک ہوں گے، اور ہمارے نبی ﷺ درج ذیل چار مرتبہ یہ شفاعت فرمائیں گے:

۱-جس کے دل میں جو کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اس کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے۔

۲-جس کے دل میں ذرہ یا رائی کے دانہ کے برابر ایمان ہوگا اس کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے۔

۳-پھر جس کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانہ کے برابر ایمان ہوگا اس کے بارے میں شفاعت فرمائیں گے۔

۴-پھر ہر اس شخص کے بارے میں جس نے "لا الہ الا اللہ" کا اقرار کیا ہوگا شفاعت فرمائیں گے۔اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا:

"شَفَعَتِ الْمَلائِكَةُ، وَشَفَعَ النَّبِيُّونَ، وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُونَ، وَلَمْ يَبْقَ إِلاَّ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ،

فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا خَيْرًا قَطُّ"(۱)

فرشتے شفاعت کر چکے، انبیاء شفاعت کر چکے، مومنین شفاعت کر چکے، اب صرف ارحم الراحمین (اللہ) باقی رہ گیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ جہنم سے مٹھی بھر کر ان لوگوں کو نکال دے گا جنہوں نے کبھی کوئی بھلائی نہیں کی ہو گی۔

۱۱- جنت اور جہنم:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت اور جہنم دو مخلوق ہیں جو کبھی فنا نہیں ہوں گے، جنت اللہ کے اولیاء کا گھر ہے اور جہنم اللہ کے دشمنوں کا ٹھکانہ، اہل جنت ہمیشہ ہمیش کے لئے جنت میں رہیں گے اور کفار ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں، اس وقت بھی جنت اور جہنم دونوں موجود ہیں، نبی کریم ﷺ نے نماز کسوف میں اور معراج کی رات دونوں کا مشاہدہ کیا ہے، صحیح حدیث سے یہ

---

(۱) صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قولہ تعالیٰ: ﴿لِمَا خَلَقْتُهُ بِيَدَيَّ﴾ حدیث (۷۴۱۰) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفۃ طریق الرؤیہ، ۱/ ۱۷۰، حدیث (۱۸۳) وباب ادنی اہل الجنۃ منزلۃ، ۱/ ۸۰، حدیث (۱۹۳)

بھی ثابت ہے کہ موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں حاضر کیا جائے گا اور اسے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے ذبح کردیا جائے گا، پھر یہ منادی کردی جائے گی کہ اے اہل جنت! جنت میں اب ہمیشہ کی زندگی ہے اس کے بعد موت نہیں، اور اے اہل جہنم! جہنم میں ہمیشہ کی زندگی ہے اس کے بعد موت نہیں۔ (۱)

چھٹا اصول:

بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا:

تقدیر پر ایمان لانے میں چار باتیں شامل ہیں:

۱- اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ تعالیٰ کو بندوں کے احوال، ان کے رزق، ان کی مدت زندگی اور ان کے اعمال کا نیز جو کچھ دنیا میں ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ان سب کا علم ہے، کوئی بھی چیز اللہ سے مخفی نہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ العنکبوت: ۶۲۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واہلہا، باب النار یدخلها الجبارون والجنۃ یدخلها الضعفاء، ۴/۲۱۸۸، حدیث (۲۸۴۹)

یقیناً اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

﴿لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ الطلاق: ١٢۔

تا کہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ نے ہر چیز کو باعتبار علم کے گھیر رکھا ہے۔

٢-اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ عزوجل نے تمام تقدیریں لکھ رکھی ہیں،[1] اللہ عزوجل نے فرمایا:

---

(١) نوشتۂ تقدیر پر ایمان لانے میں پانچ تقدیریں شامل ہیں:

١- عام تقدیر: جو تمام مخلوقات کو شامل ہے، یعنی اللہ عزوجل نے ان کو جانا ہے، ان کو لکھا ہے، ان کو چاہا ہے اور ان کو پیدا کیا ہے، اور تقدیر کے یہی چار مراتب ہیں۔

٢-میثاق کا لکھنا: کیونکہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَى شَهِدْنَا﴾ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کیوں نہیں، ہم سب گواہ بنتے ہیں۔

٣- عمری تقدیر: یعنی جب بچہ اپنی ماں کے شکم میں ہوتا ہے تو چوتھے مہینہ کے پورا ہوتے ہی اس کی روزی، اس کی مدت زندگی، اس کا عمل اور وہ بدبخت ہوگا یا سعادتمند، یہ سب لکھ دیا جاتا ہے۔ (=)

﴿وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ﴾ یس:۱۲۔
اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر رکھا ہے۔
دوسری جگہ اللہ سبحانہ نے فرمایا:
﴿أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّ ذَلِكَ فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ الحج:۷۰۔

(=) ۴- سالانہ تقدیر: سال کے اندر پیش آنے والے خیر وشر اور روزی کی مقدار لیلۃ القدر میں لکھ دی جاتی ہے۔

۵- یومیہ تقدیر: کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ ہر روز وہ ایک شان (کام) میں ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ گناہ معاف کرتا ہے، پریشانی دور فرماتا ہے، کچھ لوگوں کو رفعت وبلندی عطا کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو ذلت و پستی میں دھکیلتا ہے۔ یہ یومیہ تقدیر دراصل سالانہ تقدیر کی تفصیل ہے، اور سالانہ تقدیر اس عمری تقدیر کی تفصیل ہے جو ماں کے شکم میں بچہ کے اندر روح پھونکنے کے وقت لکھی جاتی ہے، اور عمری تقدیر اس پہلی عمری تقدیر کی تفصیل ہے جو میثاق کے دن لکھی گئی ہے، اور میثاق کے دن لکھی جانے والی تقدیر اس عام تقدیر کی تفصیل ہے جسے قلم نے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔

کیا آپ نے نہیں جانا کہ آسمان وزمین کی ہر چیز اللہ کے علم میں ہے، یہ سب لکھی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے، بیشک اللہ پر یہ امر بالکل آسان ہے۔

اور صحیح مسلم کی حدیث ہے:

"كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ بِخَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ"(۱)

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوق کی تقدیریں لکھ رکھی ہیں۔

۳-اللہ تعالیٰ کی نافذ ہونے والی مشیئت پر ایمان رکھنا:

چنانچہ جو اللہ نے چاہا وہ ہوا اور جو نہیں چاہا وہ نہیں ہوا، اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ التکویر:۲۹۔

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ، ۴/۲۰۴۴، حدیث (۲۶۵۳) بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

اور اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر تم کچھ نہیں چاہ سکتے۔

نیز فرمایا:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ یٰس: ٨٢۔

وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اسے صرف اتنا فرما دینا کافی ہے کہ ہو جا، پس وہ اسی وقت ہو جاتی ہے۔

٤- اس بات پر ایمان رکھنا کہ اللہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کی مخلوق ہے:

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ﴾ الزمر: ٦٢۔

اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر نگہبان ہے۔

○ مندرجہ ذیل امور بھی ایمان باللہ میں داخل ہیں:

۱-اللہ تعالیٰ نے جتنی چیزیں اپنے بندوں پر فرض کی ہیں ان پر سچا ایمان رکھنا ایمان باللہ میں داخل ہے، جیسے اسلام کے پانچوں ارکان اور ان کے علاوہ دیگر واجبات۔

۲- یہ اعتقاد رکھنا بھی ایمان باللہ میں داخل ہے کہ ایمان قول وعمل کا مجموعہ ہے۔

۳-اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض و نفرت رکھنا بھی ایمان باللہ میں داخل ہے۔[1]

---

(۱) دیکھئے: صحیح اسلامی عقیدہ اور اس کے منافی امور، از علامہ عبد العزیز بن عبد اللہ ابن باز، صفحہ ۲۰۔

۴-اہل سنت وجماعت کی وسطیت واعتدال پسندی

۱- اہل سنت اللہ عزوجل کی صفات پر ایمان رکھنے میں اہل تعطیل اور اہل تمثیل کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ البقرہ: ۱۴۳۔

ہم نے اسی طرح تمہیں ایک معتدل امت بنایا ہے۔

چنانچہ جس طرح اہل اسلام دیگر ادیان وملل کے درمیان ایک امت وسط ہیں، اسی طرح اہل سنت بھی اسلام کی طرف منسوب تمام فرقوں کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، چنانچہ وہ اللہ کی صفات کی نفی کردینے والے فرقہ (جہمیہ) کے اور اللہ کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیکر ثابت ماننے والے فرقہ (مشبہہ) کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، وہ اللہ عزوجل کی صفات کو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دیئے بغیر اللہ کے لئے ثابت مانتے ہیں اور ان صفات کی نفی کئے بغیر اللہ کو مخلوق کی مشابہت سے پاک ومنزہ قرار دیتے ہیں، اس طرح وہ اللہ کے لئے

صفات بھی ثابت کرتے ہیں اور اسے مخلوق کی مشابہت سے پاک و منزہ بھی قرار دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے صفات کی نفی کرنے والے اور مخلوق کی صفات سے تشبیہ دینے والے دونوں فرقوں کی اس آیت میں تردید کی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ﴾ الشوریٰ:۱۱۔

اس کے مثل کوئی چیز نہیں، اور وہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

چنانچہ ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ﴾ میں مشبہ کی تردید ہے، اور ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ البَصِيرُ﴾ میں معطلہ (جہمیہ) کی تردید ہے۔[1]

۲- اہل سنت بندوں کے افعال کے بارے میں فرقۂ جبریہ اور فرقۂ قدریہ کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، جبریہ جہم بن صفوان کے پیروکار ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے فعل پر اسی طرح مجبور ہے جس طرح ہوا کے جھونکوں کے سامنے پرندے کے پر مجبور و بے بس ہوتے ہیں۔ اور قدریہ سے معبد جہنی کے پیروکار معتزلہ اور ان کے ہم مشرب مراد ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ بندہ ہی اپنے افعال کا خالق ہے، اس میں اللہ کی مشیت و قدرت کا

(۱) دیکھئے شرح عقیدۂ واسطیہ، از محمد خلیل ہراس، صفحہ ۱۲۶، الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیہ، از عبد العزیز السلمان، صفحہ ۴۹۴، شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۴۹۔

کوئی دخل نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت کو ان دونوں فرقوں کے درمیان ایک وسط اور معتدل موقف اختیار کرنے کی توفیق دی، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ بندوں کا اور بندوں کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور بندے اپنے افعال کو حقیقت میں انجام دینے والے ہیں اور انہیں اپنے اعمال پر قدرت حاصل ہے، لیکن ان کا، ان کے اعمال کا اور ان کے اعمال انجام دینے کی طاقت سب کا خالق اللہ ہے:

﴿وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ﴾ الصافات:۹۶۔

حالانکہ تمہیں اور تمہارے اعمال کو اللہ نے پیدا کیا ہے۔

اہل سنت بندے کے لئے مشیئت واختیار ثابت کرتے ہیں جو اللہ عزوجل کی مشیئت کے تابع ہے:

﴿وَمَا تَشَاءُونَ إِلاَّ أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ التکویر:۲۹۔

اور تم اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے۔

واللہ المستعان۔[1]

---

(۱) دیکھئے: شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۵۰۔

۳- اہل سنت اللہ تعالیٰ کی وعید پر ایمان رکھنے کے بارے میں فرقۂ وعیدیہ اور فرقۂ مرجئہ کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، مرجئہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ گناہ اسی طرح کوئی نقصان نہیں پہنچاتا جس طرح کفر کی صورت میں کوئی اطاعت فائدہ نہیں دیتی، ان کے نزدیک اعمال، ایمان میں داخل نہیں، نہ ہی ایمان بڑھتا اور گھٹتا ہے، نیز گناہ کبیرہ کا مرتکب بھی کامل ایمان والا ہے، حالانکہ یہ باطل اعتقاد ہے۔

اور وعیدیہ وہ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ عقل کی رو سے اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ وہ گنہگار کو عذاب دے، اسی طرح اس پر یہ بھی واجب ہے کہ اطاعت گزار بندے کو اجر و ثواب سے نوازے، لہٰذا جو شخص کسی کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو کر مرگیا اور اس سے توبہ نہیں کی تو وہ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔ یہ معتزلہ کے اصول و مبادی میں سے ایک ہے، اور خوارج بھی اسی کے قائل ہیں۔

لیکن اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب، اگر اس نے گناہ کو حلال ٹھہرا کر اس کا ارتکاب نہیں کیا ہے، اپنے ایمان کے بقدر مومن اور اپنے گناہ کبیرہ کے بقدر فاسق و گنہگار ہے، یا ناقص الایمان مسلمان ہے، اور اگر وہ گناہ

سے توبہ کئے بغیر مرگیا تو اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے تحت ہوگا، اگر اللہ چاہے تو اپنی رحمت سے اسے معاف فرمادے اور اگر چاہے تو اپنے عدل کے مطابق اس کے گناہ کے بقدر اسے عذاب میں مبتلا کرے، پھر عذاب سے نکال دے، اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لاَ يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ النساء:۴۸۔

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کئے جانے کو نہیں بخشتا، اور اس کے سوا گناہ جس کے چاہے بخش دیتا ہے۔[1]

۴- اہل سنت دین وایمان کے ناموں اور احکام کے بارے میں خوارج اور معتزلہ کے اور مرجئہ اور جہمیہ کے درمیان ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، اس جگہ دین کے ناموں سے مراد: مومن، مسلمان، کافر اور فاسق وغیرہ نام ہیں، اور احکام سے مراد ان ناموں سے متصف لوگوں کے دنیوی اور اخروی احکام ہیں۔

---

(۱) دیکھئے: شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۵۱۔

(الف) خوارج کے نزدیک مومن وہی ہے جو تمام واجبات ادا کرے اور کبیرہ گناہوں سے بچے، ان کا کہنا ہے کہ دین وایمان: قول، عمل اور اعتقاد کا مجموعہ ہے، لیکن ایمان نہ بڑھتا ہے نہ گھٹتا ہے، لہذا جس نے کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا وہ دنیا میں کافر قرار پائے گا اور اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کی تو آخرت میں ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنم میں رہے گا۔

(ب) معتزلہ بھی خوارج ہی کی طرح کہتے ہیں، البتہ فرق یہ ہے کہ اس مسئلہ میں ان دونوں فرقوں کے درمیان دو باتوں میں اتفاق ہے اور دو باتوں میں اختلاف ہے:

چنانچہ گناہ کبیرہ کے مرتکب سے ایمان کی نفی کرنے میں اور اس کو دیگر کفار کے ساتھ ہمیشہ ہمیش کے لئے جہنمی قرار دینے میں دونوں متفق ہیں۔

اور اختلاف درج ذیل دو باتوں میں ہے:

خوارج گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر گردانتے ہیں جبکہ معتزلہ اسے ایسی جگہ رکھتے ہیں جسے وہ منزلۃ بین المنزلتین کا نام دیتے ہیں، یعنی وہ ایمان کے دائرہ سے تو نکل گیا لیکن کفر میں داخل نہیں ہوا۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ خوارج اس کا خون اور مال مباح ٹھہراتے ہیں جبکہ معتزلہ ایسا نہیں کہتے۔

(ج) مرجئہ کہتے ہیں کہ جس طرح کفر کی صورت میں کوئی اطاعت فائدہ نہیں دیتی اسی طرح ایمان کے ساتھ کوئی گناہ نقصان دہ نہیں، ان کا کہنا ہے کہ ایمان صرف دل کی تصدیق کا نام ہے، لہٰذا گناہ کبیرہ کا مرتکب ان کے نزدیک کامل ایمان والا ہے اور جہنم میں جانے کا حقدار نہیں، اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سب سے فاسق شخص کا ایمان سب سے کامل مومن کے ایمان کے برابر ہے۔

(د) جہمیہ اس مسئلہ میں بعینہ مرجئہ کے عقیدہ کے قائل ہیں، آخر جہم ہی نے تو تعطیل (صفات کی نفی کرنے) جبر (بندہ کو مجبور محض قرار دینے) اور ارجاء (عمل کو ایمان سے مؤخر کرنے) کی بدعت ایجاد کی ہے، جیسا کہ امام ابن القیم رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

(ھ) لیکن اہل سنت و جماعت کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باطل مذاہب کے درمیان ایک وسط اور معتدل موقف اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائی، چنانچہ اہل سنت کا کہنا ہے کہ ایمان: قول و عمل کا نام ہے، یعنی دل اور زبان کا

قول، اور دل، زبان اور اعضاء وجوارح کا عمل، جو اطاعت سے بڑھتا اور معصیت سے گھٹتا ہے، دل کے قول کا مطلب یقین رکھنا اور تصدیق کرنا ہے، زبان کے قول کا مطلب شہادتین کا اور اس کے لوازمات کا اقرار کرنا ہے، اور دل کے عمل سے مراد نیت، اخلاص، محبت، فرمانبرداری، اللہ عزوجل کی طرف سچی توجہ، توکل اور ان تمام امور کے لوازمات نیز ہر وہ عمل ہے جس کا تعلق دل کے اعمال سے ہو، اور زبان کے عمل سے مراد ہر وہ عمل ہے جو زبان سے ہی ادا کیا جاتا ہے، جیسے تلاوت قرآن کریم، تمام اذکار، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اور اللہ عزوجل کے دین کی دعوت وغیرہ، اور اعضاء وجوارح کا عمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کی جائے اور منہیات سے پرہیز کیا جائے، رکوع و سجود وغیرہ بھی اسی میں داخل ہیں۔

اہل سنت کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب ناقص الایمان مومن ہے یا اپنے ایمان کے بقدر مومن ہے اور گناہ کبیرہ کے اعتبار سے فاسق ہے، وہ خوارج اور معتزلہ کی طرح اس سے بالکلیہ ایمان کی نفی نہیں کرتے اور نہ ہی مرجئہ اور جہمیہ کی طرح اسے کامل الایمان قرار دیتے ہیں، رہا اس کا اخروی حکم، تو وہ اللہ عزوجل کی مشیئت کے تابع ہے، اللہ چاہے تو اپنے فضل ورحمت سے اسے

شروع ہی میں جنت میں داخل کردے، اور چاہے تو انصاف کا معاملہ کرتے ہوئے اسے اس کے گناہ کے بقدر پہلے عذاب دے، پھر جب اس کی تطہیر ہو جائے تو اسے جہنم سے نکال کر جنت میں داخل فرمائے، بشرطیکہ نواقض اسلام (اسلام سے خارج کر دینے والے امور) میں سے کسی امر کا اس نے ارتکاب نہ کیا ہو۔[1]

۵- اہل سنت رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے متعلق عقیدہ رکھنے میں روافض اور خوارج کے درمیان ایک معتدل جماعت ہیں، روافض نے علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت کے بارے میں غلو کیا، جمہور صحابہ جیسے ابو بکر، عمر اور عثمان -رضی اللہ عنہم- سے عداوت و دشمنی برتی، انہیں اور ان کے وفاداروں کو نیز حضرت علی سے قتال کرنے والوں کو کافر قرار دیا، ان کے بالمقابل خوارج نے علی اور معاویہ اور ان کا ساتھ دینے والے دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کو کافر ٹھہرایا، اور نواصب نے اہل بیت سے عداوت و دشمنی برتی اور ان کی طعن و تشنیع کی۔

---

(۱) دیکھئے: شرح عقیدۂ واسطیہ، از محمد خلیل ہراس، صفحہ ۱۳۱، الکواشف الجلیۃ عن معانی الواسطیہ، از عبدالعزیز السلمان، صفحہ ۵۰۲، شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۵۳ تا ۵۶۔

لیکن اہل سنت کو اللہ تعالیٰ نے حق کی ہدایت عطا فرمائی، انہوں نے نہ تو حضرت علی اور اہل بیت کے بارے میں غلو کیا، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے عداوت و دشمنی برتی، نہ انہیں کافر گردانا اور نہ ہی نواصب کی طرح اہل بیت کے ساتھ عداوت و دشمنی کا برتاؤ کیا، بلکہ اہل سنت تمام صحابہ کے حق اور ان کی فضیلت کا اعتراف کرتے ہیں، ان کے لئے دعا کرتے ہیں، ان سے محبت رکھتے ہیں، ان کے درمیان پیش آمدہ مشاجرات واختلافات کے بارے میں بحث کرنے سے گریز کرتے ہیں اور تمام صحابہ کے لئے اللہ سے رحمت ورضامندی کا سوال کرتے ہیں، لہٰذا یہ روافض کے غلو اور خوارج کے ظلم وجفا سے دور ایک معتدل جماعت ہیں۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ صحابہ میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی، پھر باقی عشرۂ مبشرہ، اور اس کے بعد دیگر صحابہ کو ان کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے ان کے درجہ پر رکھتے ہیں، رضی اللہ عنہم۔ (۱)

۶- اہل سنت اپنے علماء کے ساتھ تعامل میں ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں، اہل سنت اپنے علماء سے محبت کرتے ہیں، ان کا ادب ملحوظ

---

(۱) دیکھئے: الکواشف الجلیہ، صفحہ ۵۰۵، شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۵۷، ۵۸۔

رکھتے ہیں، ان کی عزت و آبرو کا دفاع کرتے ہیں، ان کے قابل تعریف کارنامے بیان کرتے ہیں، دلائل کے ساتھ ان سے علم حاصل کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ یہ علماء خطا ولغزش سے معصوم نہیں، بلکہ بشر ہیں، لیکن اگر ان سے کوئی غلطی یا بھول یا لغزش ہو جائے تو اس سے ان کی قدر و منزلت کم نہیں ہوتی، کیونکہ یہ انبیاء کے وارث ہیں، اور انبیاء نے اپنے پیچھے وراثت میں درہم و دینار نہیں چھوڑا، بلکہ علم دین چھوڑا ہے، پس جس نے یہ علم حاصل کر لیا اس نے بہت بڑا حصہ پالیا، اس لئے انہیں برا بھلا کہنا، ان کو رسوا کرنا، ان کی لغزشوں کے پیچھے پڑنا اور لوگوں سے بیان کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں بہت بڑا فساد ہے۔[1] ابن عساکر رحمہ اللہ سے منقول یہ بات کتنی اچھی ہے، انہوں نے فرمایا:

"میرے بھائی-اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنی مرضی کے کاموں کی توفیق دے اور مجھے اور آپ کو اپنا پکا سچا متقی بندہ بنائے- جان لو کہ علماء کا گوشت

(۱) دیکھئے: رفع الملام عن الائمۃ الاعلام، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ضمن مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۰/۲۳۱ تا ۲۹۳، جمع و ترتیب عبدالرحمٰن القاسم، قواعد فی التعامل مع العلماء، از ڈاکٹر عبدالرحمٰن اللویحق، صفحہ ۱۹ تا ۱۸۴۔

زہر آلود ہے اور ان کی تنقیص کرنے والوں کو رسوا کر دینا اللہ تعالیٰ کی معروف سنت ہے"۔[۱]

علماء کی مذمت میں جو بھی زبان درازی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مرنے سے پہلے اس کے دل کو مردہ کر دیتا ہے (ارشاد باری ہے:)

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ النور: ۶۳۔

جو لوگ حکم رسول کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔

۷- اہل سنت اپنے حکام کے ساتھ تعامل میں ایک وسط اور معتدل جماعت ہیں: یہ افراط اور تفریط کی شکار جماعتوں کے درمیان ایک معتدل جماعت ہیں، اہل سنت مسلم حکام کے خلاف بغاوت حرام جانتے ہیں، غیر معصیت میں ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا واجب قرار دیتے ہیں اور ان کے لئے توفیق اور درستگی کی دعا کرتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مسلم حکام کی اطاعت کا حکم دیا ہے، فرمایا:

---

(۱) تبیین کذب المفتری، صفحہ ۲۹، ۳۰۔

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُوْلِي الأَمْرِ مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلاً﴾ النساء:۵۹۔

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں جو اختیار والے ہیں ان کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول کی طرف، اگر تم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہت بہتر اور انجام کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔

اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

"عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ السَّمْعُ وَالطَّاعَةُ فِيمَا أَحَبَّ وَكَرِهَ، إِلاَّ أَنْ يُؤْمَرَ بِمَعْصِيَةٍ فَلاَ سَمْعَ وَلاَ طَاعَةَ"(۱)

(۱) متفق علیہ بروایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما: بخاری، کتاب الاحکام، باب السمع والطاعة للإمام مالم تكن معصية، ۱۳۴/۸، حدیث (۷۱۴۴) مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب طاعة الأمراء في غير معصية وتحريمها في المعصية، ۱۴۶۹/۳، حدیث (۱۸۳۹)

مسلمان پر (اپنے مسلم حاکم کی بات) سننا اور اطاعت کرنا واجب ہے چاہے اسے پسند ہو یا ناپسند، البتہ اگر اسے معصیت کا حکم دیا جائے تو نہ سننا ہے نہ اطاعت کرنا ہے۔

اور حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

"يَكُونُ بَعْدِي أَئِمَّةٌ لاَ يَهْتَدُونَ بِهُدَايَ وَلاَ يَسْتَنُّونَ بِسُنَّتِي، وَسَيَقُومُ فِيهِمْ رِجَالٌ قُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الشَّيَاطِينَ فِي جُثْمَانِ إِنْسٍ، قَالَ: قُلْتُ: كَيْفَ أَصْنَعُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ إِنْ أَدْرَكْتُ ذَلِكَ؟ قَالَ: "تَسْمَعُ وَتُطِيعُ لِلأَمِيرِ، وَإِنْ ضَرَبَ ظَهْرَكَ وَأَخَذَ مَالَكَ، فَاسْمَعْ وَأَطِعْ"[1]

میرے بعد ایسے حکام آئیں گے جو نہ میری راہ اپنائیں گے نہ میری سنت پر چلیں گے، ان میں کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوں گے جن کے

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمین عند ظهور الفتن، ۳/۱۴۷۶، حدیث (۱۸۴۷)

دل انسانی جسم میں شیطان کے دل ہوں گے۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ! اگر میں یہ زمانہ پالوں تو کیا کروں؟ فرمایا: حاکم کی بات سننا اور اطاعت کرنا، اگر وہ تمہاری پیٹھ پر مارے اور تمہارا مال چھین لے تب بھی تم اس کی سنتے اور اس کی اطاعت کرتے رہنا۔

اہل سنت و جماعت نے اس پر بہت زور دیا ہے، چنانچہ امام ابو الحسن علی بن خلف بر بہاری رحمہ اللہ اپنی کتاب "شرح السنہ" میں فرماتے ہیں:

"جب کسی کو حاکم پر بددعا کرتے دیکھو تو جان لو کہ وہ بدعتی ہے، اور جب کسی کو حاکم کے لئے خیر و صلاح کی دعا کرتے دیکھو تو جان لو کہ ان شاء اللہ وہ عامل سنت ہے"(۱)

امام ابو الحسن بربہاری نے اپنی سند سے فضیل بن عیاض کا یہ قول نقل کیا ہے، انہوں نے فرمایا:

"اگر میری کوئی مقبول دعا ہوتی تو میں اسے سلطان (حاکم) کے لئے

---

(۱) شرح السنہ، صفحہ ۱۱۶۔

خاص کر دیتا، عرض کیا گیا اے ابو علی! اس کا مطلب بتائیے؟ فرمایا: اگر وہ دعا میں اپنے لئے کروں تو اس کا فائدہ صرف مجھے ہوگا، لیکن اگر وہ دعا میں سلطان (حاکم) کے لئے خاص کر دوں تو وہ سدھر جائے گا اور اس کے سدھرنے سے پورے ملک اور رعایا کی سدھار ہو جائے گی"[1]

(۱) شرح السنہ، صفحہ ۱۱۷۔

۴- اہل سنت و جماعت کے اخلاق و اوصاف

اہل سنت و جماعت کے بعض اہم اخلاق و اوصاف درج ذیل ہیں:

۱- وہ بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ آل عمران: ۱۰۴۔

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں کا حکم کرے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ، وَذَلِكَ

أَضْعَفُ الإِيمَانِ"[1]

تم میں سے جو شخص کوئی خلاف شرع چیز دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدلنے (مٹانے) کی کوشش کرے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اپنی زبان سے، اور اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اپنے دل سے (اسے برا سمجھے) اور یہ ایمان کا سب سے کمتر درجہ ہے۔

۲- اللہ کے لئے، اس کی کتاب کے لئے، اس کے رسول ﷺ کے لئے، مسلم حکام کے لئے اور عام مسلمانوں کے لئے خیر خواہی کرتے ہیں، مومن آپس میں ایک عمارت کی مانند ہیں جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو تقویت دیتا ہے۔

۳- اپنے اسلامی بھائیوں پر شفقت و مہربانی کرتے ہیں، کریمانہ اخلاق اور بہترین اعمال کی ترغیب دیتے ہیں، صبر کا اور بندوں کے حسب حال مثلاً قرابتداروں، یتیموں اور فقیروں کے ساتھ احسان کرنے کا اور ان کے حقوق

---

(۱) صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب كون النهي عن المنكر من الإيمان وأن الإيمان يزيد وينقص وأن الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر واجبان، ۱/۶۹، حدیث (۴۹)

کی ادائیگی کا نیز دیگر مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔[۱]

ہم اللہ عزوجل سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمیں اسی فرقۂ ناجیہ کے زمرہ میں شامل رکھے جن کا ساتھ چھوڑنے والے اور مخالفت کرنے والے ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے یہاں تک کہ اللہ کا امر آپہنچے، بیشک وہ ہر چیز پر قادر اور دعاؤں کو قبولیت بخشنے والا ہے۔

وصلى الله وسلم على عبده ورسوله نبينا محمد وعلى آله وأصحابه أجمعين۔[۲]

---

(۱) دیکھئے: شرح عقیدۂ واسطیہ، از علامہ محمد خلیل ہراس، صفحہ ۲۵۸، شرح عقیدۂ واسطیہ، از مؤلف، صفحہ ۸۶، ۸۷۔

(۲) عقیدۂ اہل سنت و جماعت کے بیان اور ان کی پابندی کے بارے میں یہ مختصر معلومات ہیں، والد گرامی علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز رحمہ اللہ نے اس تقریر میں جو کچھ سماعت فرمایا ہے اسی پر اکتفا کرتے ہوئے میں نے اس میں کوئی اضافہ نہیں کیا ہے، جنہیں مزید معلومات کی خواہش ہو وہ مندرجہ ذیل کتابوں کی طرف رجوع کر سکتے ہیں:

امام اہل سنت احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) کی اصول السنہ، عبداللہ بن امام احمد (متوفی ۲۹۰ھ) کی کتاب السنہ، حافظ ابو بکر عمرو بن ابی عاصم ضحاک (متوفی ۲۸۷ھ) کی کتاب السنہ، امام ابن خزیمہ (متوفی ۳۱۱ھ) کی کتاب التوحید، امام ابوالحسن اشعری (متوفی ۳۳۰ھ) کی مقالات الاسلامیین، امام ابو محمد حسن بن علی بربہاری (متوفی ۳۲۹ھ) کی (=)

(=)شرح السنہ، امام ابن بطہ (متوفی ۳۸۷ھ) کی الإبانة عن شريعة الفرقة الناجية ومجانبة الفرق المذمومة، حافظ ابن مندہ (متوفی ۳۹۵ھ) کی کتاب الایمان، اور انہی کی کتاب التوحيد ومعرفة أسماء الله عزوجل وصفاته على الاتفاق والتفرد، ابن زمنین (متوفی ۳۹۹ھ) کی اصول اہل السنہ، امام ابو القاسم لالکائی (متوفی ۴۱۸ھ) کی شرح اصول اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، امام طحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) کی عقیدۂ طحاویہ، امام بغوی (متوفی ۵۱۶ھ) کی شرح السنہ، امام عبداللہ بن احمد بن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) کی لمعۃ الاعتقاد، ابن ابی العز (متوفی ۷۹۲ھ) کی شرح عقیدۂ طحاویہ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ (متوفی ۷۲۸ھ) کی عقیدۂ واسطیہ جو مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام (۳/۱۲۹تا۱۵۹) کے ضمن میں مطبوع ہے، اور انہی کی فتویٰ حمویہ جو مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام (۵/۵ تا ۱۲۰) کے ضمن میں مطبوع ہے، امام محمد بن عبد الوہاب (متوفی ۱۲۰۶ھ) کی کتاب التوحید، شیخ عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد بن عبدالوہاب (متوفی ۱۲۸۵ھ) کی فتح المجید شرح کتاب التوحید۔

اور نئی کتابوں میں فاضل علماء کی مندرجہ ذیل مفید تالیفات:

علامہ محمد خلیل ہراس کی شرح عقیدۂ واسطیہ، علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ ابن باز کی صحیح اسلامی عقیدہ اور اس کے منافی امور، علامہ محمد بن صالح بن عثیمین کی عقیدۂ اہل سنت وجماعت، اور انہی کی شرح ارکان ایمان، ڈاکٹر ناصر العقل کی مفہوم عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، اور انہی کی مباحث فی عقیدۃ اہل السنۃ والجماعۃ، نیز انہی کی مجمل اعتقاد اہل السنۃ والجماعۃ، علامہ صالح بن فوزان الفوزان کی من أصول عقيدة أهل السنة والجماعة، شیخ محمد بن ابراہیم الحمد کی عقيدة أهل السنة والجماعة : مفهومها وخصائص أهلها، بتقدیم سماحۃ العلامہ ابن باز رحمہ اللہ۔

فہرست

مضامین	صفحہ
○ مقدمہ	۳
○ عقیدۂ اہل سنت وجماعت کا معنی	۱۱
الف: عقیدہ کا لغوی معنی	۱۱
ب: عقیدہ کا اصطلاحی معنی	۱۱
ج: اہل سنت کا معنی	۱۲
د: جماعت کا معنی	۱۳
ھ: اہل سنت کے نام اور اوصاف:	۱۴
۱- اہل سنت وجماعت	۱۴
۲- فرقۂ ناجیہ	۱۶
۳- طائفۂ منصورہ	۱۷
۴- کتاب وسنت کو مضبوطی سے تھامنے والے......	۱۹

۵-بہترین قدوہ اور نمونہ...... ۱۹

۶-سب سے بہتر لوگ جو بدعات سے روکتے ہیں...... ۲۰

۷-جو فساد و بگاڑ کے وقت اجنبی سمجھے جائیں گے...... ۲۱

۸-علم دین کے سچے علمبردار ۲۳

○ اہل سنت و جماعت کے اصول ۲۵

پہلا اصول: اللہ عزوجل پر ایمان لانا: ۲۵

۱-اللہ عزوجل کے وجود پر ایمان لانا ۲۶

۲-اللہ عزوجل کی ربوبیت پر ایمان لانا ۳۱

۳-اللہ عزوجل کی الوہیت پر ایمان لانا ۳۲

۴-اللہ عزوجل کے اسماء و صفات پر ایمان لانا ۳۷

دوسرا اصول: فرشتوں پر ایمان لانا: ۴۴

۱-فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا ۴۴

۲-جن کے نام معلوم ہیں ان پر نام کے ساتھ ایمان لانا...... ۴۴

۳-ان کی جو صفات معلوم ہیں ان پر ایمان لانا...... ۴۴

۴-ان کے جو اعمال معلوم ہیں ان پر ایمان لانا...... ۴۵

تیسرا اصول: آسمانی کتابوں پر ایمان لانا: ۴۷

۱-اس پر ایمان لانا کہ یہ کتابیں اللہ کی طرف سے ہیں ۴۸

۲-جس کتاب کا نام معلوم ہے اس پر نام کے ساتھ ایمان لانا ۴۸

۳-ان کی جن خبروں کی صحت معلوم ہو ان کی تصدیق کرنا ۴۸

۴-ان کے جو احکام منسوخ نہیں ہوئے ان پر عمل کرنا ۴۸

چوتھا اصول: رسولوں پر ایمان لانا: ۴۸

۱-اس پر ایمان لانا کہ رسولوں کی رسالت برحق ہے...... ۵۰

۲-جس رسول کا نام معلوم ہے اس پر نام کے ساتھ ایمان لانا ۵۰

۳-ان کی جن خبروں کی صحت معلوم ہو ان کی تصدیق کرنا ۵۰

۴-خاتم النبیین ﷺ کی شریعت پر عمل کرنا ۵۰

پانچواں اصول: قیامت کے دن پر ایمان لانا: ۵۰

۱-موت سے لیکر قبر تک کے امور پر ایمان لانا ۵۰

۲-قبر کی آزمائش پر ایمان لانا ۵۲
۳-قبر کے عذاب اور راحت و آسائش پر ایمان لانا ۵۳
۴-قیامت کبریٰ ۵۴
۵-میزان عمل ۵۴
۶-اعمال نامے ۵۵
۷-حساب ۵۷
۸-حوض کوثر ۵۷
۹-صراط ۵۸
۱۰-شفاعت ۵۹
۱۱-جنت اور جہنم ۶۲
چھٹا اصول: بھلی بری تقدیر پر ایمان لانا: ۶۳
۱-اللہ تعالیٰ کے ازلی علم پر ایمان لانا ۶۳
۲-اس پر ایمان لانا کہ اللہ نے تمام تقدیریں لکھ رکھی ہیں ۶۴

۳-اللہ تعالیٰ کی نافذ ہونے والی مشیئت پر ایمان لانا ۶۶

۴-اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے پر ایمان لانا ۶۷

○ ایمان باللہ میں داخل چند امور ۶۷

○ اہل سنت و جماعت کی وسطیت واعتدال پسندی ۶۹

۱-اللہ کی صفات پر ایمان رکھنے میں وسطیت واعتدال ۶۹

۲-بندوں کے افعال کے بارے میں وسطیت واعتدال ۷۰

۳-اللہ کی وعید پر ایمان رکھنے میں وسطیت واعتدال ۷۲

۴-دین وایمان کے نام واحکام کے بارے میں وسطیت واعتدال ۷۳

۵-صحابہ کے بارے میں عقیدہ رکھنے میں وسطیت واعتدال ۷۷

۶-علماء کے ساتھ تعامل میں وسطیت واعتدال ۷۸

۷-مسلم حکام کے ساتھ تعامل میں وسطیت واعتدال ۸۰

○ اہل سنت وجماعت کے اخلاق واوصاف ۸۵

۱-بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ۸۵

بيان عقيدة أهل السنة والجماعة

ولزوم اتباعها

(باللغة الأردية)

إشراف سماحة الشيخ العلامة

عبد العزيز بن عبد الله بن باز

رحمه الله

إعداد الفقير إلى الله تعالى

سعيد بن علي بن وهف القحطاني

ترجمه إلى اللغة الأردية

ابو المكرم عبد الجليل (رحمه الله)

أشرف المؤلف على الترجمة ومراجعتها وتصحيحها